حقیقت ایمان

خلاصۂ مباحث

از قلم : ابوعبدالرحمٰن شبیر بن نور

الحمد للّٰہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی اشرف الانبیاء وسید المرسلین وعلٰی آلہ واصحابہ واتباعہ باحسان الٰی یوم الدین اما بعد :

اللہ ربّ العالمین کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اُس ذاتِ کریم نے مجھ جیسے قاصر العلم اور فارغ العمل کو ایسے بنیادی اور اہم موضوع یعنی "حقیقت ایمان" کی ترتیب و تسوید میں کچھ حصہ ڈالنے کی توفیق بخشی۔ ہوا یوں کہ شعبان ۱۴۱۶ھ میں محترم ڈاکٹر اسرار احمد صاحب یہاں عمرے کی نیت سے سعودی عرب تشریف لائے۔ آپ نے خواہش ظاہر کی کہ "حقیقت ایمان" پر میرے پانچ خطبات ہیں' اگر کسی طرح یہ تیار ہو کر چھپ جائیں تو یہ مفید کام ہے۔ میں نے خدمت کی حامی بھرلی۔ چنانچہ اسی سال رمضان المبارک کے فوراً بعد میں نے کام شروع کر دیا اور ۱۱ ذی القعدہ کو پہلی قسط حکمت قرآن میں اشاعت کیلئے بھیج دی اور یہ سلسلہ چلتا رہا۔ غالباً چھ قسطوں کے بعد یک دم میرے دل و دماغ پر ایک حجاب سا آگیا اور میں نے کام بند کر دیا۔ دو تین مرتبہ برادرم عاکف سعید صاحب کی طرف سے یاد دہانی بھی کرائی گئی' لیکن میں آگے نہ بڑھ سکا۔ پھر رمضان المبارک ۱۴۱۸ھ کو میں پاکستان گیا اور محترم ڈاکٹر اسرار احمد صاحب سے ملاقات ہوئی تو انہوں نے شکایت بھی کی اور اصرار بھی کہ اب یہ کام تم ہی کو کرنا ہے۔ لہٰذا میں نے تین ماہ تک اللہ تعالیٰ سے کشف حجاب کی دعا مانگی۔ بالآخر محرم ۱۴۱۹ھ سے میں نے دوبارہ کام شروع کر دیا اور بفضل اللہ و رحمتہ جمادی الثانیہ ۱۴۱۹ھ میں کام مکمل ہو گیا۔ اس دوران میں نے خود بھی محسوس کیا کہ مضامین زیادہ ہی وسعت اختیار کر گئے ہیں' لہٰذا ان کا اختصار بھی ہونا چاہئے اور پانچویں خطاب کے شروع میں محترم ڈاکٹر صاحب نے بھی کسی سامع کی خواہش کا

© rasailojaraid.com

تذکرہ کیا کہ :"آخر میں مضامین کا جامع خلاصہ آجانا چاہئے"۔ چنانچہ اولاً اپنی خوشی اور ثانیاً ایک بھائی کی خواہش کے پیش نظر میں نے خلاصۂ مباحث پر مشتمل یہ اختصار تیار کیا ہے۔

میری بھرپور کوشش رہی ہے کہ محترم ڈاکٹر صاحب کے مدعا کو اپنے آسان اور مختصر الفاظ میں بیان کردوں۔ اگر کہیں غلطی یا کوتاہی محسوس ہو تو اس کاتب السطور سے رابطہ کیا جائے۔ محترم ڈاکٹر صاحب اس اختصار کی جملہ ذمہ داریوں سے بری ہیں۔ عین ممکن ہے کہ اختصار کو پڑھتے ہوئے کہیں اشکال محسوس ہو یا بات پوری طرح سمجھ نہ آئے تو اس کا بہترین حل یہ ہے کہ اصل کتاب "حقیقت ایمان" کو دیکھ لیا جائے' ان شاء اللہ اطمینان ہو جائے گا۔

© rasailojaraid.com

آخر میں اللہ تعالیٰ سے دعا و التجا ہے کہ ہم سب کو حقیقت ایمان سمجھنے' اس کو دل میں بسانے' اس کے مطابق زندگی گزارنے اور اس کے جملہ تقاضے پورے کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ وما ذٰلک علی اللّٰہ بعزیز

محتاجِ دُعا و اصلاح
ابو عبدالرحمٰن شبیر بن نور
الدوادمی' سعودی عرب

۱۴۱۹/۶/۱۵ھ
بروز منگل

حقیقتِ ایمان۔ خلاصۂ مباحث

کئی سال سے ہماری ساری جدوجہد اور سعی و کوشش ان چار اہم عناوین پر مرتکز رہی ہے :

۱) فرائض دینی کا جامع تصور
۲) اقامتِ دین
۳) منہج انقلابِ اسلامی
۴) حقیقتِ ایمان

۱) فرائضِ دینی کا جامع تصور

ان میں سے اولین' جامع ترین اور ہر لحاظ سے بنیادی اور اساسی عنوان "فرائضِ دینی کا جامع تصور" ہے اور اسی جامع تصور کو بنیاد بنا کر مطالعہ قرآن حکیم کا منتخب نصاب ترتیب دیا گیا ہے

© rasailojaraid.com

مسخ شدہ اور بیمار طبیعتوں کا معاملہ علیحدہ ہے، عام طور پر انسان کے فکر اور اس کے کردار میں ایک لازمی تعلق ہوتا ہے۔ لہٰذا اگر فرائض کے بارے میں ہمارا تصور صحیح ہو گا تو عمل و کردار بھی ٹھیک ہو گا۔ فرائض دینی کے سلسلے میں سب سے زیادہ تاکیدی عنصر فریضۂ اقامت دین ہے۔ اس صدی میں اقامت دین کا یہ تصور اچھی طرح واضح اور نکھر کر سامنے آیا ہے کہ دین اپنا غلبہ چاہتا ہے اور دین ایک مکمل نظام زندگی ہے۔ یہ تصور کچھ عرصہ تک نگاہوں سے اوجھل رہا ہے۔ اس تصور کو عام کرنے کے لئے ہم سے جو کچھ ہو پایا ہم نے کیا ہے۔

۲) اقامتِ دین

اقامت دین کا معنی ہے پوری انسانی زندگی کے تمام انفرادی و اجتماعی گوشوں میں دین کا غلبہ۔ اس میں سماجی و معاشرتی، معاشی و اقتصادی اور سیاسی، غرضیکہ زندگی کا ہر گوشہ شامل ہے۔ چنانچہ اس میں دستوری اور قانونی امور بھی شامل ہیں۔ اسلام کے نظامِ عدلِ اجتماعی کا قیام اور اس کی دوسرے نظاموں کے مقابلے میں امتیازی خوبیوں کی پہچان و بیان روزِ روشن کی طرح واضح ہو چکی ہیں۔ چونکہ انسانی قافلے نے علم، سائنس اور سماجی ترقی میں خاصا سفر طے کر لیا ہے لہٰذا اب یہ بھی واضح کرنا ہو گا کہ فی زمانہ اس نظامِ زندگی کو کن خطوط پر چل کر نافذ کیا جائے گا۔ ملکی نظام جمہوری ہو یا سیکنڈے نیوین سوشلزم سے کام چلے گا؟ یا ان سب میں سے عمدہ باتیں لے کر ایک نیا نظامِ حکمرانی بنانا پڑے گا؟ جب تک کسی نظام کے بارے میں واضح شعور نہ ہو اُس کی خوبیوں سے فائدہ نہیں اٹھایا جا سکتا اور نہ ہی اُس کی خرابیوں سے بچا جا سکتا ہے لہٰذا رائج الوقت نظاموں کا مطالعہ اور بصیرت بھی اشد ضروری ہے۔

۳) منہجِ انقلابِ اسلامی

موجودہ نظام کو کس طرح تبدیل کیا جائے؟ اس کا طریق کار کیا ہو؟ اس ضمن میں ہمیں اسوۂ محمدیؐ سے راہنمائی لینی ہو گی۔ تب معلوم ہو گا کہ :

انقلابِ نبویؐ کا طریق کار کیا تھا؟ رسول اللہ ﷺ کی جِدّوجُہد کے مراحل کیا تھے؟ اور آج ہمارے لئے ہر ہر مرحلے میں اہم نکات کیا ہیں؟ ایک مرحلے سے اگلے

© rasailojaraid.com

مرحلے میں داخل ہونے کے لئے کن شرطوں کا پایا جانا ضروری ہے؟

اگر یہ راستہ واضح اور روشن ہو یعنی اقامتِ دین کی جِدّ وجُہد نبوی منہاج کے مطابق ہو تو ٹھیک ہے، ورنہ صلاحیتیں بلکہ زندگیاں ضائع کرنے کے سوا دنیا میں کچھ حاصل نہ ہوگا۔ البتہ آخرت کا اجر نیت پر ہے۔

۴) حقیقتِ ایمان

حقیقتِ ایمان چوتھے نمبر پر ضرور ہے لیکن کسی معنی میں بھی کم اہم یا کمتر نہیں۔ اس صدی میں دنیا بھر میں اقامت دین کی جتنی بھی کوششیں ہوئی ہیں ان کی ناکامی کی اہم ترین وجہ ایمان کے بارے میں ایک غلط فہمی ہے کہ چونکہ ہم مسلمان ہیں للہذا ایمان پر محنت کی ضرورت نہیں۔ حالانکہ شعوری اور فکری ایمان ہی زندگیوں میں تبدیلی پیدا کرتا ہے ورنہ محض موروثی ایمان ایک جامد عقیدہ ہوتا ہے، اس کا انفرادی یا اجتماعی کردار پر کوئی اثر نظر نہیں آتا۔ للہذا شعوری ایمان پر محنت ہی ہماری دنیاوی کامیابی، کردار کی اصلاح اور آخرت کی نجات کی ضامن ہے۔

ایمان کا لغوی و اصطلاحی مفہوم

شرعی اصطلاحات کی بنیاد

ہمارے دین کی اساس قرآن حکیم اور حدیث رسول ﷺ پر ہے اور یہ دونوں عربی زبان میں ہیں، للہذا دین کی اصطلاحات عربی زبان میں ہیں اور جب کوئی لفظ اصطلاح کی صورت اختیار کر لے تو پھر اصل حجت عربی لغت نہیں بلکہ دینی اصطلاح ہوتی ہے۔ مثلاً "صلوٰۃ" کا لغوی معنی اگرچہ آگ تاپنا یا اقدام الی الشیء ہے، لیکن شرعاً یہ مخصوص اعمال و اذکار (نماز) کا نام ہے۔ چنانچہ معلوم ہوا کہ دینی اصطلاحات میں اصل بنیاد لغوی معنی نہیں بلکہ شریعت کے مقرر کردہ معانی و مفاہیم ہیں۔

ایمان کا لغوی مفہوم

لفظ "ایمان" کا اصل مادہ "ا م ن" ہے جس کا معنی خود امن میں ہونا ہے، اور باب افعال میں اس کا مصدر ہوگا "ایمان" یعنی دوسرے کو امن فراہم کرنا۔ لفظ "ایمان" کے

© rasailojaraid.com

بعد جب "ب" یا "ل" کا صلہ آئے تو معنی ہو گا کسی کے دعوے یا خبر کی تصدیق کرنا۔ جب یہ "بِ" کے صلے کے ساتھ آئے تو معنی ہوتے ہیں وثوق اور بھرپور اعتماد کے ساتھ کسی کے دعوے یا خبر کی تصدیق کرنا اور جب اس کا صلہ "لَ" آئے تو بالعموم سرسری تصدیق مراد ہوتی ہے۔ لفظ ایمان جب اصطلاحی معنوں میں استعمال ہو تو "ب" کے صلے کے ساتھ آتا ہے۔ مثلاً ﴿ یُؤْمِنُوْنَ بِالْغَیْبِ ﴾ ، ﴿ اَلَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَیْکَ ﴾ ، ﴿ اٰمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَیْهِ ﴾۔

اصطلاحی اور شرعی تعریف

علامہ ابنِ حجر عسقلانیؒ فرماتے ہیں :

"الایمان لغةً التصدیق، وشرعًا : تصدیق الرسول فیما جاء به عن ربه" (۱)

"ایمان کا لغوی معنی ہے تصدیق اور شرعی معنی ہے رسول کی تصدیق جو کچھ بھی وہ اپنے رب کی طرف سے لائے"۔

انبیاء و رُسل علیہم الصلوٰۃ والسلام جو کچھ بھی لائے ہیں وہ دو حصوں پر مشتمل ہوتا ہے :
(۱) ایمانیات جو کہ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر آخری نبی و رسول حضرت محمد ﷺ تک ایک ہی رہے ہیں (۲) شریعت جو کہ احکام و مسائل پر مشتمل ہوتی ہے اور یہ ہر زمانے میں حالات کے اعتبار سے بدلتی رہی ہے۔ ایمانیات اور احکام شریعت دونوں میں ہی نبی و رسول کی تصدیق ایمان میں شامل ہے لیکن لفظ ایمان عام طور پر شریعت پر نہیں بلکہ "ایمانیات" اور ان کی تفصیلات پر بولا جاتا ہے۔

ایمان کا موضوع

ہمارے علم کے دو دائرے ہیں (۱) طبیعیات (۲) ماوراء الطبیعیات

۱) طبیعیات : سے مراد وہ علم ہے جو ہم اپنے حواس خمسہ کے ذریعے حاصل کرتے ہیں، مثلاً دیکھ کر، سن کر، چھو کر، سونگھ کر، چکھ کر۔

۲) مابعد الطبیعیات یا ماوراء الطبیعیات : ان حقائق کا علم ہے جن کو ہم اپنے حواس خمسہ کے ذریعے [illegible] سکتے۔ ان حقائق سے متعلق جو خیال حکماء اور فلاسفہ نے پیش

© rasailojaraid.com
© rasailojaraid.com
© rasailojaraid.co

کیا ہے اس کا نام منطق اور فلسفہ ہے اور جو جواب انبیاء و رُسل علیہم الصلوٰۃ والسلام نے پیش کیا ہے اس کا نام "ایمان" ہے۔ مابعد الطبیعیات کا علم جن حقائق سے بحث کرتا ہے ان کا تسلی بخش جواب کسی فلسفی یا منطقی کے پاس نہیں، صرف اور صرف انبیاء و رُسل علیہم السلام کے پاس ہے، اس لئے کہ ان کا علم ظن و تخمین یا قیاس پر مبنی نہیں ہوتا بلکہ یقینی اور حقیقی ہوتا ہے، کیونکہ اس کا ذریعہ وحی ہوتا ہے۔

قابلِ توجّہ حقائق پر ایک نظر

پہلی حقیقت

انسان علم و عمل کے اعتبار سے دو قسم کے ہوتے ہیں ① تقلیدی ② تحقیقی۔

۱) تقلیدی : لوگوں کی ایک بڑی اکثریت تقلیدی مزاج کی ہوتی ہے۔ جو سب کرر ہے ہوتے ہیں وہی یہ کرتے رہتے ہیں۔ ان کو کیوں اور کیسے سے غرض نہیں ہوتی۔

۲) تحقیقی : کروڑوں میں سے کوئی ایک آدمی تحقیقی مزاج کا ہوتا ہے۔ وہ ہر چیز کو دلیل سے جاننا چاہتا ہے، چاہے اس کی خاطر اس کی جان چلی جائے۔

دوسری حقیقت :

علم کی بھی دو اقسام ہیں ① علم الابدان ② علم الادیان۔

۱) علم الابدان : سے مراد وہ علم ہے جسے فزکس یا سائنسی علوم کہا جا سکتا ہے؟ اسی کو علم الاشیاء کہتے ہیں اور یہی علم اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو سکھایا تھا۔

۲) علم الادیان : یہ علم بنیادی اور اصولی قسم کے سوالات سے بحث کرتا ہے۔ انسان کے کردار کا اس علم سے گہرا تعلق ہے۔ متعلقہ سوالات عنقریب بیان ہوں گے۔

فلسفہ کی حقیقت

تقلیدی مزاج کے لوگوں کو تو اصولی سوالوں سے کوئی غرض نہیں ہوتی، البتہ تحقیقی مزاج کے لوگ ایک ایک سوال کی خاطر سرگرداں رہتے ہیں۔ چنانچہ اہل منطق و فلسفہ نے ان اصولی سوالوں کا جواب پانے کے لئے عقل استعمال کی، منطق سے مدد لی اور

© rasailojaraid.com

استخراجی اور استقرائی طریقے سے جواب تلاش کئے۔ بہرحال انہوں نے جو کچھ پایا اسے کتابوں میں مدون کردیا' لیکن بات خیال' گمان اور اندازے سے آگے نہ بڑھ سکی۔

بنیادی واصولی سوالات اور ان کا حل

سوال ① : کائنات کی حقیقت کیا ہے؟

ج : یہ کائنات نہ ہمیشہ سے ہے اور نہ ہمیشہ رہے گی بلکہ یہ ایک خاص وقت تک کے لئے پیدا کی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا :

﴿ مَا خَلَقَ اللّٰهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَآ اِلَّا بِالْحَقِّ وَاَجَلٍ مُّسَمًّى ﴾ (الروم : ۸' اور اسی معنیٰ میں الاحقاف : ۳)

"اللہ نے آسمانوں اور زمین کو اور ان ساری چیزوں کو جو ان کے درمیان ہیں برحق اور ایک متعین مقررہ مدت کے لئے پیدا کیا ہے"۔

گویا کہ یہ کائنات نہ ازل سے ہے اور نہ ابد تک رہے گی' البتہ اس کا خالق ومالک ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا۔ وہ بے عیب صفات سے متصف ہے' اس کی ساری صفاتِ حسنیٰ میں کوئی اس کا شریک نہیں اور نہ مثل و مثال ہے۔ ساری کائنات کا وہ تنہا مالک ہے۔ مخلوق بھی اسی کی' حکم بھی اس کا۔ فرمایا: ﴿ اَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْاَمْرُ ﴾ باقی سب عاجز اور حکم کے پابند بندے ہیں' خواہ انسان ہوں' خواہ جن' فرشتے یا باقی مخلوقات۔

سوال ② : انسان کی حقیقت کیا ہے؟

ج : انسان کو اللہ نے اپنے ہاتھ سے تخلیق کیا' زمین کی خلافت بخشی' فرشتوں سے سجدہ کروایا' ساری مخلوق پر فضیلت و فوقیت دی' اپنی طرف سے اس میں روح پھونکی اور کچھ عرصہ کے لئے اسے زمین پر بااختیار بنا کر بھیج دیا تاکہ اس کا امتحان لیا جاسکے کہ آیا یہ فرمانبردار خلیفہ کا کردار ادا کرتا ہے یا کہ باغی بن کر خود خدا بن بیٹھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا :

﴿ اَلَّذِىْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَيٰوةَ لِيَبْلُوَكُمْ اَيُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا ﴾

(المُلك : ۲)

"اس نے موت اور زندگی کو پیدا کیا تاکہ تم لوگوں کو آزما کر دیکھے کہ تم میں سے

© rasailojaraid.c
© rasailojaraid.c
© rasailojaraid

کون بہتر عمل کرنے والا ہے"۔

یہی دنیاوی زندگی ہمارا دار الامتحان ہے۔ اگلی منزل عالم برزخ ہے۔ اس کے بعد بعث و نشور کا مرحلہ آئے گا۔ آخر میں عمل کے اعتبار سے جنت یا دوزخ ہے اور یہ سارے مراحل ہمارے ایمان کا جزو ہیں۔

سوال (۳) : انسان کیوں جواب دِہ ہے؟

ج : انسان جواب دہ اس لئے ہے کہ اسے : (۱) سمع و بصر کی صلاحیتیں عطا کی گئیں (۲) عقل و شعور سے نوازا گیا (۳) نیکی اور بدی کی پہچان اس کی فطرت میں رکھ دی گئی (۴) معرفت و محبّتِ رب ودیعت کی گئی۔ ان چار صلاحیتوں کی وجہ سے ہی انسان جواب دہ ہو سکتا تھا' لیکن اللہ تعالیٰ نے اتمامِ حجت کے طور پر رسولوں کو مبعوث فرمایا' کتابیں نازل کیں اور حسب ضرورت معجزے اور نشانیاں ظاہر کیں تاکہ لوگ آسانی سے ہدایت کا راستہ معلوم کر سکیں اور اس پر عمل کر سکیں۔

سوال (۴) : علم کی حقیقت کیا ہے؟

ج : حواسِ خمسہ کے ذریعے حاصل ہونے والے علم کو علم الابدان کا نام دیا جا سکتا ہے۔ البتہ ماوراء الطبیعیات سے متعلق علم کو فلاسفہ نے یقین اور حجت کے ساتھ بیان نہیں کیا بلکہ اپنے اندازے' قیافے' خیالات اور ظن و گمان بیان کئے ہیں' البتہ وحی ایک ایسا ذریعہ ہے جو یقینی علم کی خبر دیتا ہے اور دعونے سے کہتا ہے کہ یہی حق ہے' اسکے علاوہ حق نہیں ہو سکتا۔ قرآن حکیم نے ڈنکے کی چوٹ اعلان کیا ہے ﴿ ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ فِيْهِ ﴾ "یہ الکتاب ہے' اس میں ذرہ بھر شک نہیں"۔ اور یہی علم انسان کو معرفت و یقین عطا کرتا ہے جو عمل و کردار کی بنیاد بنتا ہے۔ بذریعہ وحی ملنے والے علم کی چار سطحیں ہیں۔

(۱) عام فہم : قرآن و حدیث کا عمومی علم اسی قبیل کا ہے کیونکہ دین عام لوگوں کی راہنمائی کے لئے آیا ہے۔ فرمایا ﴿ هُدًى لِّلنَّاسِ ﴾ "عام لوگوں کے لئے ہدایت ہے"۔

(۲) متکلمانہ : یعنی ذات و صفاتِ باری تعالیٰ کی عقل و منطق کے ذریعے سے تعلیم و تفہیم۔ اس ضمن میں اشاعرہ' معتزلہ اور ماتریدیہ نے اپنی اپنی سمجھ کے مطابق بات کی ہے' البتہ سلفی حضرات نے خالص نص قرآن و حدیث کو بنیاد بنایا ہے۔

(۳) فلسفیانہ : متکلمین کے بعد فلاسفہ کی باری آتی ہے۔ انہوں نے خالص فلسفے

© rasailojaraid.
© rasailojaraid.
© rasailojaraid

کے ذریعے بنیادی حقائق کو پیش کیا ہے۔ ان میں کندی ' ابنِ سینا ' فارابی اور ابنِ رشد کا نام آتا ہے۔

(۴) صوفیانہ : صوفیائے نے دینی حقائق کو علم بالقلب یا جذباتی کیفیت کے ساتھ جوڑنے کی کوشش کی ہے اور یہ صوفیانہ سطح کہلائے گی۔

سوال ⑤ : خیر و شر کیا ہے؟ یہ ذاتی پسند و ناپسند کا نام ہے یا اس کی کوئی بنیاد بھی ہے؟

ج : اس موضوع پر سورۃ البقرہ کی آیت ۱۷۷ کی روشنی میں مکمل درس قرآن موجود ہے ' جو "نیکی کی حقیقت" کے عنوان سے کتابچے کی صورت میں دستیاب ہے۔

ایمانیاتِ ثلاثہ کا باہمی ربط

ایمانیات ثلاثہ میں ایک نسبت و تناسب موجود ہے ' تفصیل یوں ہے :

ایمان باللہ : اصولی ' نظری ' علمی اور فکری اعتبار سے اصل ایمان صرف ایمان باللہ ہے ' جو ایمان مجمل کے الفاظ ہیں : "آمنتُ باللّٰہ کما ھو باسمائہ و صفاتہ و قبلتُ جمیعَ احکامہ اقرارٌ باللسان و تصدیقٌ بالقلب" تو معلوم ہوا کہ ایمان مجمل نام ہے "ایمان باللہ " کا ' اسی کی گہرائی کو معرفت کہتے ہیں۔

ایمان بالآخرۃ : یہ اللہ تعالیٰ کی صفت عدل و قسط کا عملی ظہور ہے ' یعنی وہ عادل ہے اور انصاف کرے گا ' ہر انسان کو اس کے عمل کے اعتبار سے بدلہ دے گا ' اس صفت کا ظہور آخرت میں ہو گا۔

ایمان بالرسالت : یہ اللہ تعالیٰ کی صفت ہدایت کی توسیع ہے ' اس نے ایک ہدایت فطرت میں رکھی ہے اور دوسری وحی کے ذریعے دی ہے کیونکہ وہ "ہادی" ہے۔

ایمان بالآخرہ کی اہمیت : اصل ایمان بلاشبہ ایمان باللہ ہی ہے ' لیکن کردار سازی کے اعتبار سے اصل ایمان ' ایمان بالآخرۃ ہے کیونکہ اگر آخرت اور اس میں پیش آنے والے مراحل پر ایمان نہ ہو گا تو اصلاحِ اعمال ممکن ہی نہیں اور بد کرداری از خود در آئے گی۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے :

"حقیقت یہ ہے کہ یہ قرآن وہ راہ دکھاتا ہے جو بالکل سیدھی ہے اور جو لوگ اسے مان کر بھلے کام کرنے لگیں ' انہیں یہ بشارت دیتا ہے کہ ان کے لئے بڑا اجر

© rasailojaraid
© rasailojaraid
© rasailojaraid

ہے اور جو لوگ آخرت کو نہ مانیں انہیں یہ خبر دیتا ہے کہ ان کے لئے ہم نے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے۔" (بنی اسرائیل : ۹۔۱۰)

ایمان بالرّسالت کا خصوصی مقام : شرعی، فقہی اور قانونی اعتبار سے اصل ایمان "ایمان بالرسالت" ہے اور جو آدمی اس کو نہ مانے وہ خالص کافر ہے، چاہے بظاہر کتنے اچھے کردار کا مالک ہو۔ کیونکہ ایمان باللہ کی جملہ تفصیلات اور ایمان بالآخرہ سے متعلق سارے حقائق و واقعات ایمان بالرسالت کے بغیر معلوم نہیں کئے جاسکتے۔ اس لئے کہ کوئی انسان اپنی عقل و دانست کے ساتھ نہ اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات پاسکتا ہے اور نہ ہی آخرت کے متعلق صحیح اور جامع تصور رکھ سکتا ہے۔

ایمان کے مراتب

قوت اور ضعف کے اعتبار سے ایمان کے بے شمار اور لاتعداد مراتب ہیں۔ کہاں ایک عام انسان کا ایمان اور کہاں صحابہؓ کا ایمان اور اس سے بھی آگے کہاں انبیاء و رُسل علیہم السلام کا ایمان؟ ان لاکھوں کروڑوں مراتب کا علم ہمیں مندرجہ ذیل حدیث سے ہوتا ہے۔ رسول ﷺ نے فرمایا :

> "قیامت کے روز اہل ایمان میں کسی کا نور مدینہ منورہ سے لے کر شہر عدن تک صنعاء (یمن کا دارالخلافہ) سے بھی آگے تک روشنی کر رہا ہوگا اور کسی کا اس سے کم ہوگا حتیٰ کہ بعض اہل ایمان کا نور قدموں کی جگہ تک ہی روشنی کرے گا اور لوگ اپنے اعمال کے اعتبار سے مختلف درجات پر ہوں گے۔"
>
> (مصنف عبدالرزاق والمستدرک للحاکم)

بہرحال جسے ٹارچ جتنا نور مل گیا وہ بھی خوش نصیب ہوگا، پل صراط سے تو گزر ہی جائے گا چاہے ٹھوکریں کھاکر گزرے۔

ایمان کے دو رُخ

ظاہری / قانونی / لسانی / دنیا میں معتبر بمقابلہ باطنی / حقیقی / قلبی / آخرت میں معتبر۔ ایمان کے دو اہم اجزاء ہیں : اقرار باللسان اور تصدیق بالقلب۔ ظاہری / قانونی / لسانی / دنیا میں معتبر ایمان کا تعلق اقرار باللسان سے ہے اور دنیا کا سارا نظام اسی پر ہی چلے گا۔ دل میں کیا ہے؟ اس کا فیصلہ دنیا میں کوئی نہیں کرسکتا، اس کا فیصلہ آخرت میں ہوگا۔

© rasailojaraid.com
© rasailojaraid.com

باطنی / قلبی / حقیقی / آخرت میں معتبر ایمان کا تعلق تصدیق بالقلب سے ہے۔ آخرت کی نجات کا دارومدار اسی ایمان پر ہے اور یہی اصل مطلوب ہے۔

حقیقتِ ایمان سمجھنے میں چند اشکال اور وضاحت

احادیث رسول ﷺ کا سرسری مطالعہ کریں تو کئی اشکال سامنے آتے ہیں۔ ایک طرف اس معنی کی احادیث موجود ہیں کہ صرف کلمۂ توحید سے انسان جنت میں داخل ہو جائے گا، دوسری طرف ایسی احادیث موجود ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ گناہ کبیرہ تو دور کی بات ہے محض کج خلقی سے یا پڑوسی کو تکلیف دینے سے انسان ایمان سے ہاتھ دھو بیٹھتا ہے۔ آخر حقیقت کیا ہے؟

وضاحت: اس قسم کے اشکالات کو سمجھنے کے لئے مندرجہ ذیل سوالات کا جواب حاصل کرنا ضروری ہے۔

© rasailojaraid.co

(۱) آیا ایمان صرف اقرار و تصدیق کا نام ہے یا عمل صالح بھی ضروری ہے؟

(۲) عمل صالح ایمان کا جزو لازم ہے یا اضافی چیز ہے؟

(۳) کبائر سے ایمان ختم ہو جاتا ہے؟ یا وقتی طور پر اٹھ جاتا ہے؟ یا علیٰ حالہ باقی رہتا ہے؟

(۴) کیا ایمان اعمال صالحہ سے بڑھتا ہے؟ اور گناہوں سے کم ہوتا ہے؟ یا اس کی کمیت و کیفیت پر کوئی اثر نہیں پڑتا؟

عقائد اور ایمانیات کی روشنی میں جب ہم تاریخ اسلام کا مطالعہ کرتے ہیں تو مندرجہ ذیل گروہ نظر آتے ہیں، جنھوں نے اپنے اپنے انداز میں عقائد کو پیش کیا ہے۔

۱۔ خوارج : ان کے نزدیک عمل صالح ایمان کا جزو لازم ہے، اگر جزو ساقط ہو جائے تو کل بھی ساقط ہو جاتا ہے۔ یعنی اگر کسی سے فرض عمل رہ گیا یا کبیرہ گناہ کا ارتکاب ہو گیا تو وہ دائرہ اسلام سے نکل کر دائرہ کفر میں داخل ہو گیا۔ عہد صحابہؓ سے لے کر آج تک اہل سنّت والجماعت کے نزدیک خوارج اسلام سے خارج اور کافر ہیں۔

۲۔ معتزلہ : خوارج اور معتزلہ کا مسلک ایک ہے، بس خوارج کبیرہ گناہ کے مرتکب کو کافر کہتے ہیں جبکہ معتزلہ کے نزدیک وہ اسلام سے نکل گیا البتہ کفر میں داخل نہیں ہوا۔

© rasailojaraid.co

اس طرح اس پر کافروں والے احکام لاگو نہیں ہوں گے۔

۳ ۔ محدثین : امام مالک، امام شافعی، امام احمد بن حنبل، امام بخاری اور دیگر محدثین رحمۃ اللہ علیہم کا عقیدہ ہے کہ ایمان نام ہے : قول، تصدیق اور عمل کا۔ جو نیکی سے بڑھتا اور گناہوں سے کم ہوتا ہے۔ ان حضرات کے نزدیک بھی عمل ایمان کا لازمی جزو ہے لیکن گناہ کبیرہ کے ارتکاب سے انسان نہ ایمان و اسلام سے نکلتا ہے اور نہ ہی کفر میں داخل ہوتا ہے۔ البتہ گناہ کی کمیت و کیفیت کی نسبت سے ایمان کم ہو جاتا ہے۔

۴ ۔ فقہاءِ احناف : امام ابو حنیفہ، ان کے شاگردوں اور متبعین کے نزدیک ایمان نام ہے تصدیق و اقرار کا۔ عمل علیحدہ شے ہے، لہٰذا عمل کی کمی یا گناہ کبیرہ کے ارتکاب سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ لہٰذا تارکِ فرائض یا گناہ کبیرہ کے مرتکب کو کافر نہیں کہا جائے گا البتہ گناہوں پر آخرت میں سزا ضرور ملے گی۔

© rasailojaraid.c

۵ ۔ مُرجئہ : ان کے نزدیک ایمان نام ہے اعتقاد و اقرار کا، عمل کا اس میں کوئی دخل نہیں۔ چاہے انسان عمل کرے یا نہ کرے اور چاہے عمر بھر کبیرہ گناہ کرتا رہے وہ ضرور جنت میں جائے گا۔ اور جہنم صرف کافروں کے لئے ہے، اہل ایمان سیدھے جنت میں جائیں گے۔

۶ ۔ کرامیہ : ان کے نزدیک محض زبان سے لا الٰہ الا اللہ کہہ دینے والا مکمل مومن ہے۔ دل میں تصدیق ہے یا نہیں، عمل ہے یا نہیں، کبیرہ گناہ ہیں یا نہیں، ان چیزوں کا کوئی دخل نہیں۔ بس لا الٰہ اِلاّ اللہ کہہ دینے سے جنت پکی ہو جاتی ہے۔

۷ ۔ اہل تشیع : اہل تشیع اور معتزلہ کا عقیدہ ایک ہے کہ گناہ کبیرہ کے ارتکاب سے انسان اسلام سے باہر ہو جاتا ہے البتہ کفر میں داخل نہیں ہوتا۔ اضافی کام انہوں نے یہ کیا ہے کہ دنیا میں لوگوں کو اسلام سے باہر نکالنا شروع کر دیا۔ اہل بیت اور چند صحابہؓ کو چھوڑ کر بالعموم صحابہ رضی اللہ عنہم کو انہوں نے کافر یا منافق کہنا شروع کر دیا۔

محدثین اور فقہاءِ احناف کا مسلک ''مسلک اہل سنّت و الجماعت'' سے موسوم ہے۔ یہی دونوں مسلک اقرب الی الحق والصواب سمجھے جا سکتے ہیں۔

© rasailojaraid.c

سوالات کا آسان جواب

قانونی ایمان : ظاہری / قانونی / لسانی / دنیا میں معتبر ایمان کا دارومدار قول پر ہے۔ اس درجے میں اعمال ایک جداگانہ حیثیت رکھتے ہیں۔ تصدیق کو تو ہم جان ہی نہیں سکتے۔ لہٰذا ابو بکر صدیق اور عبداللہ بن ابی بن سلول قانون کی نگاہ میں برابر کے مسلمان ہیں۔

حقیقی ایمان : باطنی / حقیقی / قلبی / آخرت میں معتبر ایمان اصل میں قلبی ایمان ہے۔ آخرت میں حساب کتاب اور فیصلوں کا دارومدار اسی حقیقی ایمان پر ہے۔ آخرت میں ابو بکر الصدیق رضی اللہ عنہ جنت الفردوس میں ہوں گے تو عبداللہ بن ابی بن سلول جہنم کی آخری اور نچلی سطح پر ہو گا۔ اس درجے میں آکر اعمال صالحہ ایمان کا جزو بن جاتے ہیں۔ یہ کیسے ممکن ہے کہ دل میں پختہ یقین ہو اور اس کے بعد عمل نہ ہو؟ اس موضوع کو مزید دلائل سے سمجھنے کے لئے محترم ڈاکٹر اسرار احمد کا کتابچہ "راہ نجات : سورۃ العصر کی روشنی میں" ضرور پڑھیں۔

© rasailojaraid.com

اسلام کیا ہے؟ : ارکانِ اسلام پر عمل کا نام "اسلام" ہے۔ حدیث جبریل میں آیا ہے : "اسلام یہ ہے کہ تم لا اِلٰہ اِلاّ اللہ محمدٌ رسول اللہ کی شہادت دو، نماز قائم کرو، زکوٰۃ ادا کرو، رمضان کے روزے رکھو اور استطاعت ہو تو بیت اللہ کا حج کرو"۔ معلوم ہوا ظاہری اعمال اور ظاہری اطاعت کا نام "اسلام" ہے۔

ایمان کیا ہے؟ : ایمان دلی یقین کا نام ہے۔ حدیث جبریل کا اگلا حصہ ہے : "(ایمان یہ ہے) کہ تم ایمان لاؤ اللہ پر، اس کے فرشتوں پر، اس کی کتابوں پر، اس کے رسولوں پر اور آخرت کے دن پر اور یہ کہ تم ایمان لاؤ اچھی بری تقدیر پر"۔

احسان کیا ہے؟ : ایمان کی بدولت پیدا ہونے والے اعمال میں گہرائی اور گیرائی کا نام احسان ہے۔ حدیثِ جبریل کے تیسرے حصے میں فرمایا گیا : "کہ تم اللہ کی عبادت اس کیفیت کے ساتھ کرو گویا کہ تم بچشم خود اسے دیکھ رہے ہو، اگر خود دیکھنے والی کیفیت پیدا نہیں ہوتی تو (دوسرے درجے میں یہ کیفیت ضرور پیدا ہو کہ) اللہ تم کو دیکھ رہا ہے"۔ (۲)

تو معلوم ہوا کہ ظاہری اور قانونی ایمان، جس کا دوسرا نام اسلام ہے، کے لئے واجبات کا التزام یا کبائر سے اجتناب کوئی لازمی جزو یا شرط نہیں ہے اور دنیا میں احکام کا

© rasailojaraid.com

اجراء اسی اسلام کی بنیاد پر ہوتا ہے' البتہ حقیقی ایمان کے لئے عمل صالح کا التزام اور کبائر سے اجتناب لازمی جزو ہے اور آخرت کی نجات اسی حقیقی ایمان کی بنیاد پر ہوگی۔ اور حقیقی ایمان کی وجہ سے اعمال میں جو گہرائی اور گیرائی آتی ہے اس کا نام احسان ہے۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ کچھ مخصوص حالات میں بظاہر اسلام موجود ہو اور ایمان ابھی دل تک نہ پہنچا ہو' سورۃ الحجرات آیت ۱۴ میں فرمایا:

> "یہ بدوی کہتے ہیں ہم ایمان لے آئے۔ اے نبیؐ! ان سے کہہ دیں کہ تم ہرگز ایمان نہیں لائے بلکہ یوں کہو کہ ہم اسلام لے آئے ہیں اور ابھی تک ایمان تمہارے دلوں میں داخل نہیں ہوا۔ البتہ اگر اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرتے رہو گے تو اللہ تمہارے اعمال میں کچھ کمی نہیں کرے گا' بے شک اللہ غفورٌ رحیم ہے"۔

ایمان و عمل کا باہمی تعلق

© rasailojaraid

ایمان اور عمل کے تعلق کو محدثین اور فقہاء احناف [۳] نے اپنے اپنے انداز میں لیا ہے۔ اس بات میں کوئی شک نہیں کہ قرآن حکیم میں ایمان کے ساتھ عمل صالح کا تذکرہ کثرت سے آیا ہے' تاہم ﴿ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ﴾ میں "واوَ" محل اختلاف ہے کہ آیا یہ واوَ تفسیریہ ہے یا عاطفہ ہے؟ محدثین نے واوَ تفسیریہ مانا ہے۔ لہٰذا انہوں نے ایمان کی تعریف کی ہے کہ: ایمان 'تصدیق' اقرار اور عمل کا نام ہے۔ اس طرح عمل ایمان کا جزو لازم بن گیا جبکہ فقہاء احناف نے واوَ کو عاطفہ کہا ہے۔ گویا ایمان ایک حقیقت ہے اور عمل صالح دوسری حقیقت' لہٰذا عمل ایمان کا جزو لازم نہیں ہے۔ انہوں نے ایمان کی تعریف کی ہے کہ: "ایمان تصدیق و اقرار کا نام ہے"۔

ہمارے معاشرے میں بے عملی کا ایک بڑا سبب

بے عملی اور بد عملی کے اسباب میں جہاں شیطانی وساوس اور انسانی نفوس کی شرارتوں کا بڑا دخل ہے وہاں ہمارے معاشرے میں اس کے فروغ کے اسباب میں سے ایک سبب یہ بھی ہے کہ فقہاءِ احناف نے یہ تو بتا دیا کہ "عمل" ایمان کے اجزاء میں شامل نہیں ہے لیکن یہ نہیں بتایا کہ یہ تعریف کیوں اختیار کی گئی؟ اس کے قانونی اسباب یا تقاضے

© rasailojaraid

کیا تھے؟ اور پھر عوام کو بد عملی و بے عملی سے نجات دلانے والے عوامل کیا ہیں؟ دوسرا ظلم یہ کیا کہ قرآن و حدیث میں جہاں جہاں بھی بے عملی یا بد عملی پر وعید آئی اس کا ترجمہ اس انداز سے کیا کہ سارا اثر ہی خود بخود ختم ہو گیا اور پڑھنے والا بے خوف ہو کر گناہ میں اور "ترقی" کرتا چلا گیا۔ سب نے ایک حدیث یاد کر رکھی ہے کہ : "جس نے لا إِلٰہ إِلاّ اللہ کہہ دیا جنت میں چلا گیا"۔ اور اس کے بعد غلط نظریۂ شفاعت نے ساری کسر نکال دی ہے۔ نہ فرائض کی پرواہ نہ کبیرہ گناہوں سے ڈر' بس ایک ہی جملہ زبانوں پر چڑھا ہوا ہے : "کچھ بھی ہیں لیکن ترے محبوب کی امت میں ہیں" لہٰذا کسی عمل کی کیا ضرورت؟

مذکورہ بیماریوں کا علاج : علماء کرام کا فرض ہے کہ امت کو بتلائیں کہ عمل چاہے قانونی ایمان کا جزء نہ سہی لیکن آخرت کی نجات عمل پر منحصر ہے' نیز جہاں قرآن و حدیث میں وعید و تنبیہ پر مشتمل نصوص آتی ہیں ان کا ترجمہ بغیر کسی ذہنی تحفظ کے کر دیا جائے تاکہ اس کی تاثیر باقی رہے اور یہ بات بھی عوام تک پہنچا دی جائے کہ شفاعت برحق ہے لیکن شفاعت کا حقدار بننے کے لئے کم سے کم فرائض کی پابندی اور کبائر سے اجتناب ضروری ہے' ورنہ شفاعت تو دور کی بات ہے ہم قیامت کے روز آنحضور ﷺ کو منہ دکھانے کے قابل نہیں رہیں گے۔ اور اگر ہمارے کرتوت دیکھ کر آپ ﷺ نے فرما دیا کہ انہیں دور کرو میں انہیں نہیں جانتا تو بتائیں کہاں منہ چھپائیں گے؟

کبائر کے مرتکب کا ایمان؟

ایک آدمی کبیرہ گناہ کرتا ہے اس کے ایمان کا کیا حکم ہے؟ ایمان کے ظاہری و قانونی پہلو (اسلام) کو سامنے رکھیں اور ایمان کے حقیقی اور باطنی پہلو کو بھی سامنے رکھیں تو معلوم ہوتا ہے کہ کبیرہ گناہ کا مرتکب اسلام سے تو خارج نہیں ہوا گویا کہ کافر نہیں ہوا البتہ حقیقی اور باطنی ایمان سے ہاتھ دھو بیٹھا ہے۔ [۴] لیکن ہم اس پر "بے ایمان" کا فتویٰ نہیں لگا سکتے کیونکہ قلبی ایمان کا فیصلہ دنیا میں نہیں ہو سکتا۔

ہمارے ایمان کا حال؟

موجودہ مسلمانوں کی عظیم اکثریت وراثتی مسلمانوں کی ہے۔ گویا کہ شعوری ایمان سے تو محروم ہیں' ویسے کلمہ گو مسلمان ہیں۔ اسی طرح کی کیفیت ان مسلمانوں کی تھی جو

© rasailojaraid

آپ ؐ کی زندگی میں مختلف وجوہات کی بنا پر مسلمان تو ہو گئے تھے لیکن ایمان ان کے دلوں میں داخل نہیں ہوا تھا۔ سورۃ الحجرات آیت ۱۴ میں ایسے ہی لوگوں کی طرف اشارہ کیا گیا ہے (آیت کا ترجمہ ابھی گزرا ہے)۔ اس بات کو سمجھنے کے لئے مندرجہ ذیل تین نکات پر غور کر لیں۔

۱۔ مثبت ایمان اور اس میں درجات کا اضافہ اور بالآخر لامحدود ایمان کا مقام، جیسے ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ کا ایمان۔

۲۔ منفی ایمان یعنی نفاق اور اس میں پستیوں کا اضافہ اور بالآخر لامحدود پستی، جیسے عبداللہ بن ابی بن سلول کا نفاق اور منافقانہ کردار۔

۳۔ ان دو متضاد انتہاؤں کے درمیان لازماً مقام صفر آئے گا، یعنی نہ مثبت ایمان اور نہ منفی نفاق، بلکہ زیرو لیول۔ ہماری عظیم اکثریت اسی مقام پر کھڑی ہے۔

قابل توجہ بات یہ ہے کہ مثبت ایمان کے بغیر کوئی عمل قبول نہ ہو، لیکن اللہ تعالیٰ نے رعایت برتی اور فرمایا : "اگر تم اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرتے رہو گے تو وہ تمہارے عمل میں کوئی کمی نہیں کرے گا کیونکہ اللہ تعالیٰ غفور رحیم ہے"۔

(الحجرات : ۱۴)

ایمان میں کمی بیشی یا جمود

امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے علاوہ ائمہ ثلاثہ اور تمام محدثین کا قول ہے : "الایمان قولٌ و عملٌ یزید بالطاعۃ و ینقص بالمعصیۃ" یعنی "ایمان قول و عمل کا نام ہے جو کہ اطاعت کے کاموں سے بڑھتا اور گناہوں سے کم ہوتا ہے"۔

اس موقف کے دلائل دیکھنے کے لئے ملاحظہ ہو سورۃ آل عمران آیت ۱۷۳، سورۃ الانفال آیت ۲، سورۃ الاحزاب آیت ۲۲، سورۃ التوبہ آیت ۱۲۴/۱۲۵، نیز مسند احمد ۲/۲۹۷، سنن الترمذی تفسیر سورۃ المطففین اور المستدرک الحاکم ۲/۵۱۷ اور یہ ظاہر و مشہود بات بھی ہے کہ نیک اعمال سے، اہل اللہ کی محفل میں بیٹھے رہنے سے، رزق حلال کھانے سے دل میں ایمان کا نور محسوس ہوتا ہے اور اس کے برعکس بدکاریوں سے، برے لوگوں کی محفل میں بیٹھنے سے اور رزق حرام کھانے سے دل میں ظلمت و تاریکی محسوس ہوتی ہے۔ ائمہ محدثین کی رائے سے اختلاف نہیں کیا جا سکتا۔

(باقی صفحہ ۶۴ پر)

© rasailojaraid.
© rasailojaraid.